مکتوبِ بنارس

مع

جواب

از قلم

علی نقی النقوی

صاحب شہید انسانیت

و

مجاہدۂ کربلا

وغیرہ

طابع و ناشر

جعفر علی اصیل

نے

رحیمی پریس، کماٹی پورہ بمبئی ۸ سے چھپوا کر
ست نام پیلس کلیر روڈ۔ بمبئی ۸ سے
شائع کیا

قیمت:- ایک روپیہ

مکتوب پرنسپل جوادیہ کالج بنارس

بسمہ سبحانہ تعالیٰ بخدمت مولف شہید انسانیت و مجاہدہ کربلا

اسعدکم اللہ فی الدارین

سلام علیکم۔ مزاج گرامی۔ گزارش ہے کہ ناچیز نے سفر عراق وغیرہ سے واپسی کے بعد اعلم زماں آقائے خوئی مدظلہٗ کے اس خط کی روشنی میں جسے جناب باشٹوی دام شرفہ لائے تھے تقریباً تمام مشہور مخالفین شہید انسانیت و مجاہدہ کربلا کو جامع العلوم جوادیہ بنارس میں مدعو کیا تھا چنانچہ تقریباً دو صد علماء و ذاکرین و وجوہ مومنین تشریف لائے اور ۱۰ بجے دن سے ۱۲ بجے شب تک مسئلہ کے ہر رُخ پر بحث کرنے کے بعد بغرض رفع اختلاف ایک آخری تحریر کا آپ کے پاس بھیجا جانا بالاتفاق طے ہوا جو ۱۲ صفحات پر آپ کے سامنے ہے۔ جو اہل علم نہیں شریک ہو سکے تھے، ایک مدت مقرر کر کے اُن سے بھی استصواب کیا گیا (ان سب کے دستخط حقیر کے پاس محفوظ ہیں) ان حضرات نے بحیثیت صدر جلسہ مجھے مجاز کیا ہے کہ میں رجسٹری سے آپ کے پاس روانہ کروں، چنانچہ آج اس استدعا کے ساتھ حاضر کر رہا ہوں کہ اگر کوئی لفظ تحریر مذکور کا بظاہر آپ کے منشا کے خلاف ہو اور مودّی درست ہو تو قلم ترمیم نہ اُٹھائیے گا۔

شیعوں کے اس ابتلائے عظیم کا خاتمہ صرف آپ کی ایک دستخط پر منحصر ہے، ولو آپ کے مزاج کے خلاف ہو۔ کبھی کبھی مصالح عامّہ اور استیصال فتنہ و فساد کے لئے اپنے انداز فکر کے خلاف بھی کام کرنا پڑ جاتا ہے، اس سے وقار کو صدمہ نہیں پہنچتا بلکہ انصاف پسند افراد کی نظر میں بڑھ جاتا ہے۔ اس مسئلہ کو اپنے اور خدا اور رسول و آلِ

رسولؐ کے مابین رکھ کر غور کیجئے۔ اگر آپ کی دستخط میں اُن کی رضا و خوشنودی مضمر ہو، تو آپ اپنے انتہا پسند دوستوں کا خیال کئے بغیر صرف دستخط فرما کر کاغذ واپس کر دیں۔ آپ کی مرضی کے بغیر پریس کو نہیں دیا جائے گا۔ البتہ جو دیکھنا چاہیں گے، اُن کو دکھا دیا جائے گا۔ پریس میں یہ اعلان کیا جا سکتا ہے کہ باہمی مکاتبہ کے بعد اب ہم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ والسّلام۔

احقر ظفرالحسن الرضوی بقلمہ
۲۹؍جنوری ۱۹۷۴ء

ارسال جواب کا پتہ:-

پرنسپل جوادیہ کالج بنارس۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقل تجویز منظور کردہ جلسہ منعقدہ ۲۵ نومبر ۴۳ء بمقام

جوادیہ کالج بنارس بابت صاحب شہید انسانیت۔

ہم مخالفین کتاب شہید انسانیت و مجاہدہ کربلا وغیرہ کو مؤلف سے نہ کوئی ذاتی یا خاندانی یا جماعتی عداوت و اختلاف تھا اور نہ ہے، ہم کو موصوف سے صرف مذہبی اختلاف تھا اور ہے جس کی وجہ خود موصوف کی تحریریں ہیں۔

ان تحریروں سے ہم کو پانچ قسم کی شکایتیں ہیں۔ اگر تحریری طور پر موصوف ان شکایتوں کا ازالہ کر دیں تو بنیاد اختلاف ختم ہو جانے کے بعد اختلاف خود بخود ختم ہو جائے گا۔

موصوف کی تحریروں میں حسب ذیل قابل شکایت پانچ قسم کی باتیں ہیں۔

۱۔ خلاف عقائد و مسلمات

۲۔ تنقیص اخیار　　　۳۔ مدح اغیار

۴۔ خلاف واقعہ　　　۵۔ اہمال ذکر

ذیل میں چند اہم مسائل سے متعلق بطور ثبوت موصوف کی چند عبارتیں بطور نمونہ پیش کی جا رہی ہیں۔ (عبارت کے قابل اعتراض حصوں پر خط کھینچ دیا گیا ہے)

"خلافِ عقائد و مسلّمات عبارتیں"

۱۔ اُس وقت جبکہ پیغمبر نے اس پیغام کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا' ان کے چچازاد بھائی حضرت علی کی عمر دس برس کی تھی۔ یہ عمر بچپن ہی کی ہوتی ہے اور اس سِن میں انسان تربیت سے بے نیاز نہیں ہوتا۔

(کتاب شہید انسانیت صـ ۳۷ پہلا ایڈیشن)

۲۔ رسولؐ اپنے ان اہل بیت کی زرا زرا سی بات کی نگرانی کرتے تھے' یہاں تک کہ بہت سی وہ باتیں جو عام اشخاص کے لئے معافی کے قابل سمجھی جاتی ہیں' انھیں حضرت محمد مصطفٰےؐ اپنے اہل بیت کے لئے معاف نہ کرتے تھے اور زرا سی بات پر متنبہ کرتے تھے۔

(شہید انسانیت صـ ۲۸ پہلا ایڈیشن)

۳۔ پیغمبر تشریف لائے تو ان زیوروں پر نظر پڑی تو کبیدہ خاطر ہو کر بیٹی کے پاس سے چلے گئے۔

(شہید انسانیت صـ ۴۴ پہلا ایڈیشن)

۴۔ آپ نے بچپنے ہی سے ان بچوں کی تعلیم و تربیت ہر طرح سے اپنے ذمہ لی اور رات اور دن' تنہائی میں اور مجمع میں یہاں تک کہ عبادت کے عالم میں' اور خطبہ کی حالت میں بھی ان کو اپنے پاس رکھا زرا زرا سی بات پر ان کو روکا ٹوکا اور ان کی تربیت اُس معیار پر نہ ورع کی حسب معیار پر وہ اپنے اہل بیت کو پہنچانا چاہتے تھے اس کا نمونہ علامہ حجر مکی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ کسی جگہ سے تصدق کے خرمے رسول کی خدمت میں آئے' اس وقت حسن ان کی گود میں بیٹھے تھے' بچے نے ایک خرمہ اٹھا کر اپنے منھ میں رکھ لیا۔ رسول اللہ نے انگلی سے خرمہ حسن کے منھ سے نکال کر پھینکا اور فرمایا "تھو کرو تھو کرو۔ صدقہ ہم پر حرام ہے"

شرع کا قانون سب کے لئے یکساں ہوتا ہے کوئی شک نہیں کہ اس کمسنی کے عالم میں فرائض کی پابندیاں بچہ پر عائد نہیں ہیں مگر رسول اپنے بچوں کی عملی تربیت کے ذمہ دار تھے۔ انھوں نے اس بارے میں فرو گذاشت جائز نہیں سمجھی۔

(شہید انسانیت ص۴۹-۵۰ پہلا ایڈیشن)

۵۔ پھر رسول اللہؐ اپنے ساتھ ان اہلبیت کو لے گئے کیوں؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک تعلیم و تربیت کا انداز تھا، وہ ابھی سے ان اپنے خاندان والوں کے کاندھوں پر ذمہ داری کا بار ڈال رہے تھے۔ وہ ان کو اپنے کارِ رسالت کی تکمیل میں عملی طور پر شریک کر رہے تھے۔ گویا ان کو بتلا رہے تھے کہ دیکھو اگر حفاظتِ اسلام کی ضرورت ہو تو مجھے تم ہی سے امید ہو سکتی ہے۔ میرے اس مشن کی تکمیل سب سے پہلے تمھارا ہی فرض ہے۔ وہ گویا ان میں سے ہر ایک کا ہاتھ پکڑ کے کہہ رہے تھے کہ دیکھو آج تو میں خود موجود ہوں، میں تم کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں لیکن اگر کسی وقت میں نہ موجود ہوں تو تم اسی طرح سے حفاظتِ اسلام کے لئے نکل کھڑے ہونا جس طرح میں نکلا ہوں۔

(شہید انسانیت ص۵۱ پہلا ایڈیشن)

۶۔ بہرحال اپنے باپ کے طرزِ عمل سے اس وقت انھوں نے یہ سبق حاصل کر لیا کہ چاہے حالات کتنے ہی ناساز گار ہوں مگر ہمیں اسلام کی خدمت سے ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے۔

(شہید انسانیت ص۵۶)

۷۔ حسین کو اس سے بھی یہ سبق ملا اور بہت قوت کے ساتھ ملا کہ چاہے ہمارے حقوق ہاتھ سے جائیں، ہمارے ذاتی مفاد کو نقصان پہنچے مگر ہم کو ہمیشہ اسلام کے مفاد پر نظر رکھنا چاہیے اور اس کے لئے ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار رہنا چاہیے اور یہ بات بھی دماغ کے کسی زاویہ میں جاگزیں ہو گئی کہ ابوسفیان اور اس کے خاندان کے لوگوں کا اسلام صرف نمائشی حیثیت رکھتا ہے۔

(شہید انسانیت ص۵۷)

۸۔ یہ بات حیرت میں ڈالنے والی تھی اور اب اس وقت حسین کوئی بچے نہ تھے کہ حالات کو سرسری نگاہ سے دیکھتے، بلکہ ۳۲ برس کے کامل انسان تھے۔

(شہید انسانیت ص۶۱ پہلا ایڈیشن)

۹۔ بے شک حسین نے غور کیا اور سمجھ لیا کہ حقیقتہً ہمارا حرکت و سکون سب فرض کے احساس کا نتیجہ ہونا چاہیے۔

(شہید انسانیت ص۶۴)

۱۰۔ حسین نے اس تعلیم کو محفوظ کر لیا کہ نماز اتنا اہم فرض ہے کہ کسی وقت نظر انداز نہیں ہو سکتا۔

(شہید انسانیت ص۶۶)

۱۱۔ حضرت نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون معاویہ کے لئے خدا کا رحم و کرم شامل ہو اور تم لوگوں کو اس مصیبت میں صبر عطا ہو۔

(مجاہدہ کربلا ص۵۱)

۱۲۔ اس لئے کہ میں جب سے سن تمیز کو پہونچا کبھی میں نے جان بوجھ کر غلط بات نہیں کہی۔

(مجاہدہ کربلا ص۱۹۵)

۱۳۔ روایت ہے کہ قبور شہداء بنانے والے اور حضرت امام حسین اور اُن کے ساتھیوں کے دفن کرنے والے بھی مسلمان نہ تھے بلکہ کچھ یہودی تھے۔ (پیام اسلام ص۲۷ کالم ۲ سطر ۲۶/۱۷ بذیل مضمون "عزائے حسین تاریخ کی روشنی میں" نوشتہ جناب سید العلماء مولانا السید علی نقی صاحب (محرم نمبر)

جن عبارتوں میں تنقیص اخیار ہے

۱۔ اور اسلام کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ کچھ آدمیوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینا بند کردی۔ مسلمان ان شورشوں کے دبانے میں لگ گئے۔

(شہید انسانیت صہ ۵ پہلا ایڈیشن)

۲۔ ابوطالب اس دھمکی سے وقتی طور پر خائف ہو گئے۔ سوائے آنحضرت کو سمجھانے کے کوئی اور تدبیر سمجھ میں نہ آئی۔ حضرت سے عرض کیا "اے پیارے بھتیجے! میرے اوپر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکوں، آپ نے دیکھا کہ اب ان میں بھی تحمل نہیں ہے۔ پاؤں لڑکھڑا رہے ہیں۔

(شہید انسانیت صہ ۳۹ پہلا ایڈیشن)

۳۔ آخر اہل شورش نے حضرت عثمان کو قتل کر ڈالا۔ (صہ ۱۴۷)

۴۔ زیاد نے کہا "یہ بڑی قافیہ باز عورت ہے۔ تمھارے باپ بھی زینب! شاعر اور قافیہ باز تھے"۔

(شہید انسانیت صہ ۴۷۲۔ صہ ۴۷۳۔ پہلا ایڈیشن)

۵۔ جب تلواریں چلنے لگیں تو یہ لوگ پناہ ڈھونڈھتے پھرتے تھے اور ان کو پناہ نہ ملتی تھی، جیسے کبوتروں پر شکرے حملہ کردیں۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ان کا خاتمہ ہو گیا۔ اب ان کے جسم برہنہ خاک پر تھے اور کپڑے ان کے خون میں تر، اور رخسارے خاک آلودہ تھے۔ ہوائیں ان پر گرد صحرا ڈال رہی تھیں اور آسمان کے گدھ اور صحرا کے جانور ان کی لاشوں پر جمع تھے۔

(شہید انسانیت صہ ۱۴ پہلا ایڈیشن)

۶۔ امام حسین اور یزید میں ضدم ضدا کاہے کی تھی؟ یہی کہ یزید کو بیعت پر

(شہید انسانیت صہ ۵۸ پہلا ایڈیشن)

اصرار تھا اور امام کو انکار۔

جن عبارتوں میں مدح اغیار ہے

۱۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا زمانہ کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔
(شہید انسانیت پہلا ایڈیشن صہ ۵۹)

۲۔ افسوس ہے کہ نظم حکومت کا پیمانہ لبریز تھا۔ شورش کا پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ باغیوں کی جماعت نے دارالحکومت کی سرزمین کو خلیفہ کے خون سے رنگین کر دیا اور ان کی شمع حیات کو خاموش کر دیا۔ عبرت کی بات ہے کہ اتنی بڑی اسلامی سلطنت کا مسلم الثبوت فرماں روا خود اپنے دارالسلطنت میں مٹھی بھر پردیسی باغیوں کی جماعت میں محصور رہا اور آخر تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اور اُس دارالسلطنت کے لوگوں میں جو پیغمبر کا دارالہجرت تھا اور مسلمانوں کا سب سے بڑا مرکز تھا اور جہاں کے اہل حل وعقد خلیفہ گری کے کام کا اپنے کو واحد ذمہ دار سمجھتے تھے کوئی جوش مقاومت پیدا نہیں ہوا، اس سے زیادہ عبرت کی بات ہے کہ اس عظیم المرتبت خلیفۃ المسلمین کی لاش دو دن تک بے گور و کفن رہی اور بلوائیوں کے ڈر سے کسی کو دفن کی جرأت نہوی۔ آخر بڑی بیکسی کے ساتھ مسلمانوں کے قبرستان سے الگ خاموشی سے دفن کئے گئے۔

(شہید انسانیت صہ ۶۱ پہلا ایڈیشن)

۳۔ حسین میں اخلاقی جرأت ایسی تھی کہ بچپنے میں حضرت عمر بن الخطاب ایسے پُرجاہ وجلال انسان کو ممبر پر ٹوک دیا۔

(شہید انسانیت صہ ۱۰۱ پہلا ایڈیشن)

۴۔ امیر معاویہ کو والی دمشق کرنے کے ساتھ ہزار اشرفی ماہوار گورنری کی تنخواہ بھی مقرر ہوئی۔ ممکن ہے وہی تالیف قلب والی مصلحت اس میں بھی مضمر ہو اور ممکن

ہے ایک خطرناک عنصر کو حجاز کے مرکزی مقاموں سے دُور کرنے کی یہ صورت نکالی گئی۔ مگر سیاست کی دنیا میں بہت سے نتائج توقع کے خلاف برآمد ہوا کرتے ہیں۔

(شہید انسانیت صہ ۱۴۲ پہلا ایڈیشن)

۵۔ حضرت عثمان نے اس کی اس بات چیت کو ضرور انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھا مگر اس کے باوجود ابُوسفیان کے خاندان کے لوگوں نے حضرت عثمان کی نیکدلی سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی۔

(شہید انسانیت صہ ۱۴۳ پہلا ایڈیشن)

۶۔ حقیقت میں عمر سعد ایک بے جان لاشہ کی طرح اپنے عمل کو حکومت کی مرضی کی تعمیل میں اپنے ضمیر کے بالکل برخلاف چلا رہا تھا۔ اس کی قوتِ ارادی میں خود کوئی جان نہ تھی۔

(شہید انسانیت صہ ۳۱۲ پہلا ایڈیشن)

۷۔ ابن زیاد پہلے ہی دن اگر حسین سے جنگ کرنے اور آپ کو قتل کرنے ہی کا ارادہ کر لیتا اور شروع سے یہی نصب العین قرار دیتا تو وہ شاید اتنی فوج روانہ ہی نہ کرتا۔

(شہید انسانیت صہ ۳۱۳ پہلا ایڈیشن)

۸۔ نام لو دنیا کے کسی جری کا دنیا کی تاریخ کو پڑھ کر جس نے یزید ایسے عظیم الشان حکمراں کے تختِ شاہی کے اس قدر قریب اس حکومت کی ایسے الفاظ میں تحقیر کی ہو۔

(شہید انسانیت صہ ۵۰۲ پہلا ایڈیشن)

"خلافِ واقعہ عبارتیں"

۱۔ معاویہ کے بیٹے یزید نے اشعث بن قیس کی بیٹی جعدہ کے ساتھ جو حضرت امام حسنؑ کی زوجیت میں تھیں، ساز باز کر کے ایک لاکھ درہم انعام کا وعدہ کیا اور

(شہید انسانیت صفحہ ۸۰ پہلا ایڈیشن)

اس کے ذریعہ حضرت کو زہر دلوایا۔

۲۔ امام کربلا میں واجبات نہیں بلکہ مندوبات شرع کو بھی ادا کر رہے تھے طرز عمل صاف اطمینان و سکون نفس کا ترجمان تھا چنانچہ نماز و تعقیبات سے فراغت کے بعد فوج دشمن میں تو جنگ کی آخری تیاریاں ہو رہی تھیں اور امام ایک خیمہ میں غسل و آداب طہارت ادا کرنے تشریف لے گئے۔

(شہید انسانیت ص ۳۳۳، ۳۷۶)

۳۔ جب عمر سعد کی جانب سے نہر پر پہرے بٹھا دیے گئے اور امام اور اُن کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا گیا اور پیاس کا بہت غلبہ ہوا تو امام نے اپنے بھائی ابوالفضل العباس کو پانی لانے پر مامور کیا۔ یہ غالباً آٹھویں یا نویں شب کا ذکر ہے، جناب عباس بیس۲۰ پیادوں اور تیس۳۰ سواروں کے ساتھ بیس۲۰ مشکیزے لے کر آگے بڑھے اور نہر کے قریب پہنچے۔ اصحاب امام پانی لے کر واپس ہو گئے۔

(شہید انسانیت ص ۱۴۷۔ ۴۱۸ پہلا ایڈیشن)

۴۔ آٹھویں محرم کی شب کو جب پیاس کی شدت بہت ہوئی تو سب سے پہلے ابوالفضل العباس کو یہ خدمت سپرد کی گئی، وہ جا کر نہر سے پانی لائے ـــــ جنھوں نے مشکیں پانی سے بھر لیں اور پانی خیام حسینی میں پہنچا دیا گیا۔

(شہید انسانیت پہلا ایڈیشن ص ۴۲۹)

۵۔ والدہ ان کی امامہ بنت العاص تھیں جو زینب دختر حضرت رسول ؐ کی بیٹی تھیں۔

(شہید انسانیت پہلا ایڈیشن ص ۴۴۵)

۶۔ اس موقع پر حضرت علی بن ابی طالب کی بڑی بیٹی جناب زینب نے لباس میں تبدیلی کر لی تھی۔

(شہید انسانیت دوسرا ایڈیشن ص ۵۳۰، پہلا ایڈیشن ص ۴۰۷)

٧۔ بچہ پیاسا ضرور تھا اور یقیناً بہت پیاسا تھا، کہتے ہیں کہ آپ نے اس کے لئے دشمنوں سے پانی مانگا۔ تاریخ کا بیان ہے کہ یہ بھی نہیں تھا بلکہ آپ صرف بچہ کو گلے سے لگائے ہوئے اُسے رخصت کر رہے تھے مگر بے رحم دشمن کو یہ بھی گوارا نہیں ہوا۔

(مجاہدۂ کربلا)

٨۔ بسلسلۂ حدیث نقطہ

یہ ضمیمہ حدیث اگر تسلیم کر لیا بھی جائے تو تاریخی حیثیت سے مشکوک ہے، اس لئے کہ سب سے پہلے جس نے قرآن میں نقطے لگائے وہ ابوالاسود دؤلی تھے جو شاگردِ امیرالمومنین تھے۔

(پیامِ اسلام صہ ٤٧۔ بحوالہ یادداشت مولانا مرزا محمد طاہر صاحب قبلہ)

٩۔ بسلسلۂ سیدالشہداء:۔

سب سے پہلے سیدالشہداء کا لقب پیغمبر اسلامؐ نے جناب حمزہ کو مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد خوش عقیدہ مسلمانوں نے نواسۂ رسول امام حسین کو سیدالشہدا کہنا شروع کیا جو اب کثرتِ استعمال سے حضرت ہی کی طرف منسوب ہے۔

(پیامِ اسلام بحوالہ یادداشت مولانا مرزا محمد طاہر صاحب قبلہ)

١٠۔ رسالہ "متعہ اور اسلام" کی عبارتیں از صہ ٢٠٦ تا صہ ٢١٨ نقل کی جاتی ہیں:۔

حضرت عمر کی ممانعت متعہ کی حقیقت

بلاوجہ کا اختلاف یا رائی کا پہاڑ

صہ ٢٠٦ ان ناگوار صورتوں سے متاثر ہو کر حضرت عمر نے متعہ کی ممانعت کی اور عام اعلان کر دیا کہ وہ جائز نہیں ہے۔

عام افراد نے اس کو متعہ کی تحریم شرعی کا مرادف قرار دیا۔

۲۰۹ء اب حضرات شیعہ جن میں مذہبی حیثیت سے حضرت عمر کے ساتھ کوئی حسن ظن نہ تھا اور اس لیے وہ ان کے الفاظ میں خواہ مخواہ کی صحیح تاویل کی تلاش کی ضرورت نہ سمجھتے تھے انھوں نے ان الفاظ کو ان کے ظاہری معنی کے لباس میں رکھ کر حضرت عمر کے خلاف ایک حربہ کی صورت سے استعمال کیا اور یہ دکھلانا چاہا کہ کس طرح وہ اپنی ذاتی رائے اور خیال کے مقابلہ میں حکم خدا و رسول کو پامال کر دیا کرتے تھے۔ حضرات اہل سنت، وہ بھی مذکورہ الفاظ کے سوا اس کے کچھ معنی نہ سمجھ سکے کہ متعہ جائز تھا اور میں حرام قرار دیتا ہوں ص۲۱۱، غور کیا جائے تو حضرت عمر کی ممانعت متعہ کی نوعیت یہی تھی۔ ان کا کہنا کہ — کسی بیان شرعی کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ وہ صرف ایک انتظامی حکم ہے جو وقتی اور ہنگامی مصالح کی بنا پر دیا گیا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بحیثیت حکم شرعی وہ متعہ کی اباحت و حلت کا اعتراف رکھتے تھے۔ وہ گویا باواز بلند اعلان کر رہے ہیں کہ بحیثیت حکم شرع حلال اور جائز ہے لیکن میں بحیثیت حاکم وقت اور منتظم اعلیٰ اپنے اختیارات خصوصی کی بنا پر اسے تمہارے لیے ممنوع قرار دیتا ہوں۔

لیکن انھیں یہ نہیں معلوم تھا کہ آیندہ زمانہ میں خوش عقیدہ افراد آئیں گے جو انھیں حلال شرعی کے حرام کرنے کا حقدار سمجھ لیں گے۔

سمجھنے کی بات ہے کہ خلیفۂ ثانی کے متعلق کسی فریق کا کچھ عقیدہ ہو لیکن اس میں تو شبہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اسلام کے نام لیوا تھے۔ مسلمان اکثریت کے تسلیم شدہ حاکم تھے، مسلمانوں کے برتے پر حکومت کر رہے تھے۔ پھر اگر انھیں متعہ کو حرام شرعی کرنا ہی منظور تھا تو پیغمبر اسلام کے ساتھ اس اعلان جنگ کی کیا ضرورت تھی کہ وہ رسالتمآب کے زمانے میں تو مباح تھا، میں اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔

یقیناً ان کا یہ کہنا اسی لیے تھا کہ وہ اس کی شرعی اباحت محفوظ رکھتے ہوئے انتظامی حیثیت سے اس کو ممنوع قرار دیں جس کا باعث بھی ان کے خیال میں عام افراد

کا اس جواز شرعی کے صرف میں بے اعتدالی سے کام لینا تھا

حضرت عمر کو اس قسم کے طرز عمل کا سدباب کرنے کے لئے مناسب معلوم ہوا کہ وہ متعہ کو حرام قرار دیں۔ بے شک اس میں یہ امر نظر انداز ہو گیا کہ وہ مواقع جہاں متعہ ضروری ہے ـــــ اس ممانعت کی زد میں آ کر عام افراد کے لئے انتہائی مشکل و دشواری یا فعل حرام میں مبتلا ہو جانے کا باعث ہوں گے۔ لیکن یہ وہ غلطی ہے جو عدم عصمت کا نتیجہ ہے جس کے لئے خطاء اجتہادی کی سپر میں کافی گنجائش ہے۔

اسی بنا پر حضرت علی علیہ السلام نے اس ممانعت سے اپنے اختلاف کا اظہار کیا جس کا ذکر بعد میں آئے گا لیکن حضرت عمر کو بوقت ممانعت ٹوکنے کی یا اُن کی زندگی میں اس سے عملی اختلاف کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ لیکن ان حضرات نے باوجود اس مسئلہ میں اختلاف رائے رکھنے کے، حضرت عمر کو اس مسئلہ میں نہ روکا۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ حضرات عالم دین اور مفتی شرع ہونے کی حیثیت سے روکتے اور ٹوکتے تو اس وقت تھے جب حضرت عمر کسی مسئلہ کے حکم شرعی سے واقف نہ ہوتے تھے اور اس میں دھوکا کھاتے تھے، لیکن اس مسئلہ میں تو وہ حکم شرعی سے واقف تھے، تو اب حکم شرعی کے بتانے سے نتیجہ کیا تھا؟

ان کی ممانعت انتظامی حیثیت سے تھی اور اس حیثیت سے ان حضرات کو کتنا ہی اختلاف رائے ہو مگر اس میں اختلاف کرنا ان کے فرائض علم و افتاء سے خارج تھا۔ بے شک اس صورت میں اختلاف کرنا انتظامی امور میں مداخلت کی صورت رکھتا تھا جو ان حضرات کے اختیار کردہ مسلک کے خلاف تھا۔

ص ۲۱۵ تا ۲۱۸

✣

"اہمال ذکر"

۱۔ دفعتہً علی نے اُٹھ کر کہا گو مجھ کو آشوب چشم ہے، گو میری ٹانگیں پتلی ہیں اور گو میں سب سے نوعمر ہوں، تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ اب مسلمانوں کی جماعت چالیس سے زیادہ تھی۔

(شہید انسانیت صہ ۳۸ پہلا ایڈیشن)

(ذکر اعلان وصایت وخلافت نہیں کیا گیا)

۲۔ افسوس کہ رسولؐ کے بعد چند ہی مہینوں کے بعد موت کے ہاتھوں نے حسین سے اُن کی ماں کو بھی چھین لیا۔

(شہید انسانیت صہ ۵۷۔ پہلا ایڈیشن)

(حکومتِ وقت کے مظالم کا ذکر نہیں)

۳۔ آخر میں بڑی بیکسی کے ساتھ مسلمانوں کے قبرستان سے الگ خاموشی سے دفن کئے گئے۔

(شہید انسانیت صہ ۱۶ پہلا ایڈیشن)

(یہودیوں کے قبرستان میں دفن ہونے کا ذکر نہیں ہے)

۴۔ بنی امیہ کو یقین ہوا کہ آپ ان کو وہاں دفن کریں گے، سب کے سب مروان کے ساتھ ہتھیار باندھ کر نکل آئے اور سدِّ راہ ہوئے۔

(شہید انسانیت صہ ۱۸ پہلا ایڈیشن)

(ذکر عائشہ نہیں ہے)

۵۔ ہماری کتاب چوں کہ بین الاقوامی ادارہ کی ترجمان ہے، اس لئے اس میں واقعہ کربلا کے اسباب کا وہی پہلو پیش کیا جا سکتا ہے جو صرف تاریخی حیثیت

دیکھتے ہیں۔ (شہید انسانیت ص۲ پہلا ایڈیشن)

(اسبابِ واقعۂ کربلا میں بنیادی سبب واقعۂ سقیفہ کا ذکر نہیں ہے)

۶۔ اس کے بعد حضور نے بیت اللہ کا طواف کیا اور جو تصویریں خانۂ کعبہ میں بنی ہوئی تھیں، ان سب کو محو کر دیا۔

(شہید انسانیت ص۱۲۵ پہلا ایڈیشن)

(ابسلسلۂ بت شکنی حضرت امیر کا ذکر نہیں ہے)

۷۔ بہر حال یہ تو تاریخ کی مسلّمہ حقیقت ہے کہ امام حسن زہر سے شہید کیے گئے اور یہ بات بھی سب مورخین لکھ دیتے ہیں کہ یہ زہر دمشق سے بھیجا گیا تھا۔ اختلاف بس اتنا ہے کہ یہ یزید نے بطورِ خود روانہ کیا تھا یا امیر معاویہ کے ایما سے تھا۔

(شہید انسانیت ص۱۷۵ پہلا ایڈیشن)

(معاویہ کے قاتلِ امام حسنؑ ہونے کو مشکوک بنایا گیا ہے)

۸۔ محمد مصطفیٰ کی عمر تیس برس کی تھی، اس وقت ابو طالب کے یہاں وہ فرزند پیدا ہوا جس کا نام علی تھا۔

(شہید انسانیت ص۳۶ پہلا ایڈیشن)

(خانۂ کعبہ میں ولادت ہونے کا ذکر نہیں ہے)

مندرجۂ بالا شکایتوں کے ازالہ کے لئے ہم لوگوں کو صاحب شہید انسانیت سے حسبِ ذیل تحریر مطلوب ہے:-

۱۔ خلافِ عقائد و مسلّمات

۱۔ تا ۱۰۔ امیں معصومین علیہم السلام کے بارے میں من المہد الی اللحد عصمت و علم

لدنی وطہارت کا عقیدہ رکھتا ہوں۔ میری جو تحریریں شیعہ عقائد کے منافی ہیں وہ میرے عقائد نہیں ہیں۔ ان تحریروں کو مذہب شیعہ کا عقیدہ قرار دے کر مقام الزام میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

۱۱۔ معاویہ کے لئے حضرت امام حسینؑ کا دعائے رحمت فرمانا کسی شیعہ عالم نے تحریر نہیں کیا ہے اور نہ امامؑ دعا فرما سکتے ہیں۔

۱۲۔ حضرت امام حسینؑ کی نسبت زندگی کے کسی حصہ میں بھی معاذاللہ عمداً یا سہواً غلط بیانی کا تصور غلط ہے۔ اور سن تمیز کی قید منافی عصمت ہے۔

۱۳۔ دفنِ یہود کی روایت غلط اور شیعہ عقیدہ اور تاریخی تحقیق کے خلاف ہے امام حسینؑ کو امام زین العابدینؑ نے دفن فرمایا۔

۲۔ تنقیصِ اخیار (معصومینؑ واصحاب ائمہؑ کی منقصت)

مدحِ اغیار (خلفاء جور اور ان کے ساتھیوں کی مدح) کے سلسلہ میں جو عبارتیں پیش کی گئی ہیں، ان سے جو مدحِ اشرار یا ذمِ اخیار کے پہلو سامنے آتے ہیں، وہ قطعاً میرے مقصود نہ تھے۔ ورنہ میں ان نامناسب الفاظ کا استعمال ہرگز نہ کرتا، کیوں کہ میری نظر میں:-

تنقیص اخیار

۱۔ مانعین زکوٰۃ میں مالک بن نویرہ اور ان کے ساتھیوں کے ایسے حضرات اسلام کے دشمن اور باغی نہ تھے، بلکہ حمایتِ حق میں شہید ہوئے۔

۲۔ مقام نصرتِ حق میں حضرت ابوطالب کے قدم کسی منزل پر بھی نہیں لڑکھڑائے بلکہ وہ نہایت عزم و استقلال کے ساتھ تا حیات نصرت پیغمبر اسلام فرماتے رہے۔

۳۔ عثمان یا کسی بھی خلیفۂ جور کے مخالفین ہرگز باغی نہیں کہے جا سکتے۔

۴۔ جناب امیرؑ یا آپ کے خانوادۂ عظمت کے لئے قافیہ باز کی لفظ کا استعمال توہین آمیز ہے۔

۵۔ شمر کا یہ بیان کہ شہدائے کربلا ثابت قدم نہ تھے یا معاذ اللہ لاشہائے شہدا پر صحرائی جانور جمع تھے، جھوٹ توہین آمیز ہے۔

۶۔ جہادِ حسین جو حفاظتِ اسلام کے لئے تھا، اس کے لئے مذمّم ضدّا کی لفظ کا استعمال غلط اور نامناسب ہے۔

مداح اغیار

۱۔ زمانۂ شیخین کو کامیاب کہنا شیعی نقطۂ نظر سے غلط ہے۔

۲۔ ۳۔ خلیفۂ سوم دنیاوی حکمراں تھے جو ہرگز خلیفۂ وقت کی حیثیت نہ رکھتے تھے اور یہی حیثیت اُن سے قبل عمر بن خطّاب وغیرہ کی بھی تھی۔ یہ افراد سب جابر و قاہر بادشاہوں کی حیثیت رکھتے تھے۔

۴۔ معاویہ کو گورنری دینا کسی مصلحت کی بنا پر نہ تھا بلکہ صرف سیاسی مقصد سے تھا جن کا حقّانیت سے کوئی واسطہ نہ تھا۔

۵۔ کسی بھی خلیفۂ جور کی صفائی دینا غلط ہے، چنانچہ خلیفۂ سوم کو نیک دل کہنا اُن کی صفائی دینا ہے۔

۶۔ ضمیر فروش عمر سعد نے طمع دنیا سے سمجھ بوجھ کر قتلِ حسین کی مہم کو سرانجام دیا۔ وہ اس مہم کی انجام دہی میں ہرگز بے جان لاشہ نہ تھا۔

۷۔ ابنِ زیاد کے لئے کہ وہ شروع سے قتل امام حسینؑ کی نیت نہیں رکھتا تھا، سراسر غلط ہے۔

۸۔ یزید ایسے ذلیل و رسوائے انسانیت شخص کے لئے عظیم الشان حکمراں

جیسے الفاظ کا استعمال بھی منافی حیثیت ہے۔

"خلافِ واقعہ"

۱۔ میں معاویہ کو امام حسنؑ کا قاتل سمجھتا ہوں، نہ کہ یزید کو۔

۲ تا ۴۔ چوں کہ واقعہ کربلا میں پیاس کا سبب قحط و نایابی آب ہے، لہذا وجودِ آب کی ہر روایت غلط ہے۔ روایتِ نورہ میں لفظِ غسل نہیں ہے۔ ساتویں محرم سے خیامِ حسینی میں پانی بالکل نہ تھا لہذا اس کے بعد جناب عباس کا پانی لانا یا روایتِ غسل دوسری تمام وجودِ آب کی روایتوں کی طرح غلط ہے کیوں کہ امامؑ اور اصحاب و اطفال امام وغیرہ کی شدتِ عطش قطعی حیثیت سے ثابت ہے، اربابِ مقاتل کا متفقہ بیان ہے کہ امام حسینؑ نے بالواسطہ اور بلاواسطہ فوجِ دشمن کے سامنے شدتِ عطش کا اظہار فرمایا اور اتمامِ حجت کے لئے پانی طلب فرمایا۔

۵۔ زینب دخترِ رسولؐ کہلاتی تھیں، لیکن وہ ربیبۂ رسولؐ تھیں۔ صلبی بیٹی نہ تھیں۔

۶۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے دربار ابن زیاد میں داخلہ کے وقت لباس تبدیل نہیں کیا تھا۔

۷۔ تاریخ مقاتل سے ثابت ہے کہ امام حسینؑ علی اصغرؑ کو میدان میں لے گئے اور بچّہ کے لئے پانی طلب کیا۔

۸۔ احادیثِ کثیرہ کی بنا پر، نہ کہ بربنائے خوش عقیدگی حضرت امام حسین علیہ السلام علی الاطلاق سید الشہداء ہیں۔ جناب حمزہ صرف اپنے دور کے سید الشہداء تھے۔

۹۔ عربی زبان کے حروفِ تہجی میں ایسے ہم شکل حروف کا وجود جو صرف نقطوں ہی کے ذریعے ایک دوسرے سے ممتاز ہو سکتے ہیں، اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ نقطے قبل اسلام بھی اس رسم الخط میں موجود تھے۔ بنا بریں یہ خیال خود بخود غلط ہو جاتا

ہے کہ ابوالاسود دؤلی نے نقطوں کی ایجاد کی ہے۔ لہٰذا حدیثِ نقطہ کا اس لئے انکار کرنا کہ نقطوں کی ایجاد بعد میں ہوئی ہے، غلط ہے۔

۱۰۔ شیعہ اپنے اس خیال میں دلائل کے ساتھ حق بجانب ہیں کہ عمر نے حکم خدا و رسول کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہوئے جان بوجھ کر متعہ کو حرام کیا جس کو شرع نے حلال قرار دیا ہے۔ عمر کا یہ اعلانِ جنگ جائے تعجب بھی نہیں ہے کیوں کہ وہ رسول سے آپ کی زندگی میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی ایسا طرز عمل اختیار کرتے رہے جس پر واقعۂ قرطاس، تخلّفِ جیش اسامہ و غصب خلافت و فدک وغیرہ واضح دلیلیں ہیں۔

یہ غلط ہے کہ متعہ کو ابن خطاب نے انتظاماً حرام کیا تھا، اور نہ وہ خود کبھی اس کے مدّعی ہوئے کیونکہ متعہ کے ساتھ متعۃ الحج اور حیَّ علیٰ خیرِ العمل کو بھی حرام کیا جبکہ ان کی ممانعت کی کوئی انتظامی وجہ ہونا ناممکن ہے۔ نیز نہ کوئی انتظامی وجہ حرمتِ متعہ کا سبب بن سکتی ہے کیونکہ عالم الغیب خدا نے مصالح بشریہ کے پیش نظر متعہ کو ہمیشہ کے لئے حلال قرار دیا ہے۔

اور یہ بھی غلط ہے کہ جناب امیرؑ نے حکومت کے نامشروع امور میں عدم مداخلت کی کوئی روش اپنائی تھی بلکہ آپ ہمیشہ اپنے قول و فعل سے ہر نامشروع اقدام حکومت کی مسلسل مخالفت فرماتے رہے چنانچہ آپ نے عمر کی زندگی میں بھی حرمتِ متعہ کی ہر طرح مخالفت فرمائی۔

"متعہ اور اسلام" میں فعل عمر کی وضاحت میں جو کچھ میں نے لکھا ہے، وہ غلط ہے۔

اِہمالِ ذکر

(قابلِ ذکر باتوں کا بیان نہ کرنا)

جن امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، ان کے نقل نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں انھیں معتبر نہیں سمجھتا۔ عدم ذکر پر میں نادم ہوں۔

۱۔ دعوتِ ذوالعشیرہ میں اعلانِ ولایت و خلافت جناب امیرؑ بطور معتبر

ثابت ہے۔

۲. شہادتِ جناب سیدہؑ کی ذمہ داری حکومتِ وقت پر یقیناً تھی۔

۳. عثمان کا یہودیوں کے قبرستان میں دفن ہونا ثابت ہے۔

۴. امام حسنؑ کے جنازہ کے ساتھ بے ادبی کی ذمہ داری بنی اُمیہ کے علاوہ عائشہ پر بھی تھی۔

۵. واقعۂ کربلا میں سقیفہ کا دخل یقینی ہے۔

۶. خانۂ کعبہ میں حضرت علیؑ کی بُت شکنی ثابت ہے۔

۷. خانۂ کعبہ میں ولادتِ جنابِ امیرؑ ثابت ہے۔

مندرجۂ بالا تصریحات کے ساتھ کتاب شہید انسانیت و مجاہدۂ کربلا نیز میرے دیگر مضامین و کتب میں جو باتیں بھی شیعی عقائد و مسلّمات کے منافی ہیں، میں ان سب کے لئے بوسیلہ محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام بارگاہِ رب العزت میں طالبِ عفو ہوں اور رہوں گا۔ فقط

احقر ظفر الحسن الرضوی بقلمہ

مکتوب اضافہ شدہ بتقریب ارسال جواب

باسمہ سبحانہ

یہ جواب عرصہ سے تیار تھا مگر سرکار خوئی کے حکم کے موافق "تعمیری طور پر" "خوشگوار فضا میں" "اتحاد کے مقصد سے" گفتگو کی امید میں جس کے لئے مولانا سید محمد صاحب باشوی کو خوش آیند تحریریں مل چکی تھیں، میں نے ان کو روکے رکھا تھا۔

اب جبکہ الجواد میں شائع شدہ بیان سے ثابت ہو گیا کہ یہ امید پوری ہونے والی نہیں ہے بلکہ "تعمیری" اور "خوشگوار فضا" اور "اتحاد" کی لفظیں بھی شدت کے ساتھ ناگوار ہیں تو یہ جواب روانہ کیا جاتا ہے۔

فاقض ما انت قاض

والسلام

علی نقی النقوی

۴ رجب ۱۳۹۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از علیگڈھ

اعطاکم اللہ الرشد فی امر الدنیا و الآخرۃ

سلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ بعد استخبار مزاج تحریر ہے کہ سرکار آقائے خوئی دام ظلہ کے حکم کی تعمیل کے بجائے جو تعبیہ جیش کیا گیا، اُسے سرکار ممدوح کے حکم کی طرف منسوب کرنا، موصوف کی ذاتِ اقدس و اعلیٰ پر ایک افتراء کی حیثیت رکھتا ہے جو بعید نہیں ہے کہ افترار علی اللہ و الرسول کا تالی ہو۔

جس مقصد خطیر یعنی مطالبہ بیعت کے لیے یہ تألیب و تعبیہ ہوا ہے، اُس میں صرف دو صد (بلا قید علماء و جہال) کی فراہمی محل تعجب ہے بلکہ اس تعداد کا چندیں ہزار تک پہونچ جانا مترقب تھا مگر وقار حق کا کسی وقتی مفاد پر قربان کیا جانا درست نہیں ہے اور استیصالِ اختلاف کی خاطر ضلال و اضلال کو گوارا نہیں کیا جا سکتا ورنہ ہر رہنما کے تعلیمات پر وقوعِ اختلاف جو امرِ مشاہد ہے، باعثِ انسدادِ بابِ ہدایت ہوتا۔

یہی میرے ضمیر کا مبنی و بین اللہ و رسولہ و آلہ فیصلہ ہے کہ میری دستخط اُن کی رضا و خوشنودی کی نہیں بلکہ سخط و غضب کی مستوجب ہے۔

پریس میں دینے یا نہ دینے کا آپ حضرات کو اختیار ہے مگر شرطِ انصاف یہ ہے کہ میرے جواب کے ساتھ پریس میں دیا جائے۔

مخالفین معصومینؑ نے بھی کبھی اپنے ذاتی یا خاندانی یا جماعتی عداوت و اختلاف کا اعلان نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اپنے اختلاف کو خود ساختہ ملی وجوہ و اسباب مثل اندیشۂ انتشارِ ملت یا مذہبی اختلاف کا لباس پہنایا۔

میرے خلاف شکایات کی جو فہرست مرتب کی گئی ہے، ویسے شکایات آپ حضرات کو اکابر علمائے سلف ہی سے نہیں بلکہ قرآن اور احادیث سے بھی ہونا چاہئیں۔ ظاہر ہے کہ اسلامی و ایمانی تقاضوں کے تحفظ کے ساتھ ان شکایات کا تدارک ناممکن ہے۔

ان شکایتوں کے زیر عنوان جو عبارتیں درج ہیں، ان میں سے اکثر کے متعلق اُس جواب میں جو مولانا کلب عابد صاحب کے ذریعہ سے گیا تھا لکھا جا چکا ہے مگر چونکہ اب رزولیوشن میں ان عبارات کی تکرار کی گئی ہے، لہٰذا جواب میں بھی مجبوراً تکرار لازم ہے جس کے ساتھ حسبِ ضرورت اضافہ کر دیا جائے گا۔

جو شکایات کی فہرست درج کی گئی ہے، اُس میں سے پہلی چار باتوں سے مجھے انکار ہے۔ اور پانچویں بات مسلّم ہے لیکن ہر چیز کا ہر محل پر ذکر قرآن مجید میں بھی نہیں ہے اور کلماتِ معصومینؑ میں بھی نہیں ہے اور علمائے سلف کے کتب میں بھی ایسا نہیں ہے۔ اس لئے اُسے بطورِ شکایت میرے مقابلہ میں درج کرنا بہر حال درست نہیں ہے۔

اب پیش کردہ عبارات کے متعلق تحریر ہے

عنوان اوّل:۔ خلافِ عقائد و مسلّمات

۱۔ جناب ابوطالب کا مربّی رسولؐ ہونا اور پیغمبر خداؐ کا مربّی حضرت امیر المومنینؑ ہونا ان میں سے کوئی امر خلاف عقائد نہیں ہے۔

۲۔ عام اشخاص کے لیے معافی کے قابل ہونے کے ساتھ خاص اشخاص کو تنبیہ کرنا خود اُن کے امتیاز خاص کی دلیل ہے۔ جس طرح انبیاء کے اُن افعال کو جو "ذنوب و معاصی" باعتبارِ عوام نہیں ہیں قرآن مجید میں لفظ معصیت وغیرہ سے تعبیر کرنا علی التحقیق منافی عصمت

نہیں بلکہ دلیل عصمت ہے۔ اسی طرح عام اشخاص کی سطح سے بالاتر قرار دے کر پیغمبر خدا کے ارشادات و تنبیہات حقیقۃً دلیل عصمت ہیں نہ کہ منافی عصمت۔

۳۔ خبر قلادہ اکابر علمائے شیعہ نے اپنی کتب میں درج کی ہے۔ اگر وہ اس کو منافی عصمت سمجھتے تو کیوں درج کرتے۔ اور چونکہ قلادہ پہننا کوئی امر منہی عنہ نہیں ہے اس لئے اس کے خلاف عصمت ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

۴۔ "روکنے ٹوکنے" کا تعلق جب تک ایسے امر سے نہ ہو جو از قسم گناہ ہے اس وقت تک ان لفظوں میں خلافِ عصمت کوئی مفہوم نہیں ہے۔

روکنے اور ٹوکنے دونوں کی مثالیں قرآنِ مجید اور احادیث دونوں میں بکثرت ہیں۔

روایتِ خرما کے ذکر میں ابن حجر مکی کا حوالہ ضرور ایک کوتاہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اصل میں یہ روایت صحیح بخاری کی ہے۔ اسی کو بعد میں سنی اور شیعہ علمار نے نقل کیا ہے اور علمائے شیعہ نے اس انداز میں اسے نقل کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اسے عقائد شیعہ کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔

یہ جزء کہ عموماً احکام شرعی طفولیت میں معصومینؑ پر عائد نہیں ہوتے ـــــ سوا مستقلات عقلیہ اور اُن مستحبات عرفیہ کے جن کا انتساب بچپن میں بھی انسان کی عظمت پر اثر ڈالتا ہے، باقی عام احکام شرعیہ کا شمول معصومینؑ کے لئے اُسی وقت مانا جاسکتا ہے جب اس کا ثبوت ملے کہ تمام تکالیف شرعیہ مثلاً ادائے نماز پنجگانہ، صیام ماہِ رمضان اور حکم تستر وغیرہ پر معصومین عالم طفولیت، یہاں تک کہ دور رضاعت میں بھی عامل ہوتے تھے ـــــ لہٰذا اس جزء کو خلافِ عقائد شیعہ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

۵۔ مباہلہ سے متعلق جو عبارت ہے، اس کا کوئی بھی جملہ عقائد شیعہ کے خلاف نہیں ہے۔

۶، ۷۔ معصوم سے معصوم کا سبق لینا ہرگز خلافِ عقائد نہیں ہے۔ جبکہ تعلیم الٰہی رسولؐ کو اور تعلیم رسولؐ امیرالمومنینؑ کو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے تو دیگر معصومینؑ کیلئے آپس میں تعلیم و تعلّم یا اس کے ہم معنی الفاظ کا صرف کرنا بھی عقائد کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

۸، ۹۔ ان دونوں عبارتوں میں اندازِ تعبیر عقائد سے قطع نظر کرتے ہوئے مزور ہے لیکن عقائد کے خلاف اُن میں بھی کوئی چیز نہیں ہے علوم وہبیہ کا فیضان ان حضرات پر مسلّم ہے لیکن علوم وہبیہ کے ثبوت کے معنی آلات و جوارح کی کارکردگی کی نفی اور قوائے فکر و نظر کے معاذ اللہ تعطل اور اسباب ظاہری کے انکار کے نہیں لہٰذا ایسے اشخاص کو سمجھانے کے لیے جو عقائد میں ہم سے مختلف ہونے کی وجہ سے علوم وہبیہ کے تصور سے محروم ہیں، اگر اسباب ظاہری پر زور دیا جائے تو اُسے مخالفت عقائد میں داخل کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

۱۰۔ تعلیم و تربیت معصومینؑ جو معصومینؑ کے ذریعہ سے ہو، خلافِ عقائد نہیں ہے مگر اس عبارت سے اس توہم کے پیدا ہونے کی وجہ سے کہ نماز کی اتنی اہمیت اب تک معاذ اللہ پیش نظر نہ تھی، جو قطعاً اس عبارت سے مقصود نہ تھا، میں نے "حج و معاذیر" میں اس محل پر قصور عبارت کا اقرار کیا ہے، جو یقیناً میرے لیے موردِ افسوس ہے۔

۱۱۔ جناب شیخ مفید اعلی اللہ مقامہ نے انا للہ و انا الیہ راجعون کے درج کرنے پر اکتفا فرمائی ہے۔ رحم و کرم کی دعا کا اضافہ طبری کے یہاں ہے، لیکن عام سیرتِ معصومینؑ کو دیکھتے ہوئے جو تعلیم قرآنی کے موافق تھی، میں اس جزو کو خلاف عقائد سمجھنے سے قاصر ہوں۔

۱۲۔ چونکہ کلام امامؑ کے مخاطب وہ افراد تھے جو آپ کی شانِ عصمت اور امامت کے قائل نہ تھے، اس لئے حضرت کا ارشاد اس خطبۂ روز عاشورا میں جسے طبری ہی نے

نہیں بلکہ اکابر علمائے شیعہ نے بھی درج کیا ہے، اپنی حقیقی ذاتی شان سے جو خصوصی طور پر آپ کے لئے من جانب اللہ ہے، قطع نظر کرتے ہوئے عام انسانی حیثیت سے ہے جس کی مثالیں قرآن مجید میں اکثر مفسرین کے خیال کے مطابق حضرت یوسفؑ کی زبانی وما ابرئی نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء اور خالق کی طرف سے حضرت پیغمبر خداؐ سے خطاب ماکنت تعلمہا انت ولا قومک اور ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان اور نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنینؑ کے ارشاد ما انا فی نفسی بفوق ان اخطی اور امام حسنؑ کے نام کی وصیت کے اکثر جملوں میں موجود ہیں اور اس سے ثابت ہے کہ ان حقائق سے قطع نظر کر کے جو کلام کیا جائے اس کا لازم انکارِ عصمت نہیں ہے اور اس لئے اس قسم کے الفاظ کو مخالفتِ عقائد میں داخل سمجھنا درست نہیں ہے۔

۱۳۔ یہ عبارت درحقیقت ناقص ہے۔ مطبوعہ عبارت میں "کامل بہائی" کی لفظ کے بعد "روایت ہے" کی لفظیں ہیں۔ ان میں "کی" کی لفظ طباعت میں رہ گئی ہے۔

اصل عبارت یوں ہے کہ "کامل بہائی کی روایت ہے" اس سے اس روایت کے نقل میں انفراد اور ضعفِ روایت کی طرف اشارہ مطلوب تھا لیکن اس میں بھی کوئی امر عقیدہ کے خلاف نہیں ہے، اس لیے کہ جو احادیث وارد ہوئے ہیں ان سے تغسیل امام کا مختص بامام ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اختصاصِ دفن کے متعلق کوئی حدیث اب تک میرے علم میں نہیں آئی ہے۔ نہ علماء نے عقائد شیعہ کے موضوع پر تحریر کردہ کتابوں میں اُسے کبھی عقائد شیعہ میں بیان کیا ہے بلکہ جناب حاج شیخ عباس قمی نے اس پر مفصل بحث کر کے اُس کے داخلِ عقائد ہونے کی نفی کی ہے۔

دوسرا عنوان "تنقیص اخبار"

اس کے تحت میں جو عبارتیں درج ہیں، اُن کے سلسلہ میں تحریر ہے کہ:۔

۱. اسلام کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنے کے فقرہ کا تعلق اخبار میں سے کسی فرد کے ساتھ نہیں ہے۔

مانعین زکوٰۃ میں سے مالک بن نویرہ اور اُن کے ہم خیال حضرات قطعاً اسلام کے باغی نہیں تھے۔

۲. یہ عبارت میری نہیں ہے۔ شبلی صاحب کے الفاظ ہیں مگر ان میں جو ہے وہ یہ کہ "پاؤں لڑکھڑا رہے ہیں"۔ اس میں اور "پاؤں لڑکھڑا گئے ہیں" میں فرق ہے۔

پہلی لفظوں میں صورتِ واقعہ کا ابتدائی منظر ہے جس کے نتیجہ میں پھر استقامت نمایاں ہوئی۔

نتیجۃً جناب ابوطالب کے قدم کسی منزل پر بھی لڑکھڑائے نہیں۔

۳. وہ ہنگامہ جس کے نتیجہ میں قتل وقوع پذیر ہو عرفِ عام میں "شورش" کہلاتا ہے۔ عام اس سے کہ اسباب اس کے حق بجانب ہوں یا غلط ہوں۔

۴. یہ الفاظ ابن زیاد کے ہیں، نہ کہ زیاد کے جو واقعہ کربلا سے بہت پہلے ہلاک ہو چکا تھا۔

انھا لسجاعۃ وان اباھا کان سجاعا، سجاعۃ اور سجاع دونوں لفظیں سجع سے ہیں جو نثر میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو نظم میں قافیہ کی ہوتی ہے۔ اُردو میں قافیہ ہی کی لفظ نثر کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے اس لیے "سجّاع" کا ترجمہ اُردو زبان میں قافیہ بازی کی طرح کی لفظ سے ذہن میں آتا ہے۔

ابن زیاد اپنی پست ذہنیت سے کوئی تعظیمی الفاظ تو استعمال کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن اس کے ان الفاظ میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی لاجواب فصاحت و بلاغت کا اقرار مضمر تھا جس کے ساتھ باپ کے تذکرہ نے اُس حقیقت کے احساس کا اظہار کیا ہے جسے بازار کوفہ کے خطبہ کے لئے ایک شخص نے ان الفاظ میں ظاہر کیا تھا:

کہ کا تھا تفرغ عن لسان ایہما، دشمن کی زبان کے اس اقرار فضیلت کو مذمت و تنقیص کا لباس پہنانا دعویدارانِ محبت کی دانائی کا کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ افسوسناک ہے۔

۵۔ وہ الفاظ جن کا یہ ترجمہ ہے شمر کے ہیں جس سے اس کے سوا امید نہیں کی جاسکتی۔ ظالم جو تنقیص کرے، وہ بھی ایک ظلم ہے۔ اس تنقیص کے تذکرہ پر اعتراض کرنا مظالم کے ذکر کی مخالفت ہے جو مانعین عزا کا شیوہ ہے۔

ہاں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شمر کا یہ بیان جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مجاہدین کربلا ثابت قدم نہ تھے، جھوٹ تھا جس کا جھوٹ ہونا خود "شہید انسانیت" کے مندرجہ حالاتِ جنگ سے ظاہر ہے۔

۶۔ دونوں طرف سے اپنے اپنے موقف پر قیام کو مکر وا دمکر اللہ کے طور پر "ضدم ضدا" کہا گیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ یزید کا موقف باطل تھا اور امام حسینؑ کا موقف حق تھا۔

بے شک امام حسینؑ کو بطور خود یزید سے کوئی "ضدم ضدا" نہ تھی بلکہ آپ حفاظت اسلام کے لیے پروردگار عالم کی طرف سے مامور تھے۔

تیسرا عنوان "مدحِ اغیار"

۱۔ دنیوی کامیابی جس کی تشریح اس کے ساتھ موجود ہے کہ "فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا" ہمارے مذہبی نقطۂ نظر سے کوئی مدح نہیں ہے جبکہ یہ کامیابی دنیا میں کفار یا فجار کو حاصل ہوتی ہی رہی ہے۔

بے شک زمانہ شیخین حقانیت کے اعتبار سے ناکامیاب تھا۔

۲۔ کسی بھی سلطنت کا "مسلم الثبوت" فرماں روا ہونا مذہبی حیثیت سے کوئی مدح نہیں ہے، جبکہ کفار و فجار بھی اپنی سلطنتوں کے مسلم الثبوت فرماں روا ہوتے رہیں۔ اسی طرح "خلیفۃ المسلمین"

ہونا جو جمہوری اصطلاح ہے اور جمہوری نظام کے کسی بھی مسلم الثبوت فرماں روا کو جو خلیفۃ الٰہی کے علاوہ ہو، ہم مسلّم الثبوت طور پر غاصب مانتے ہیں، جو شدید مذمّت ہے نہ کہ مدح۔

۳۔ "جاہ وجلال" اُس خاص اُفتادِ طبع اور شدّت کے سبب جیسے امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام نے حوزۃ خشناء یغلظ کلامھا کے الفاظ سے ظاہر فرمایا ہے، کسی مدح کو ظاہر نہیں کرتا۔

قرآن مجید میں تو کافر کے متعلق یہ الفاظ ہیں کہ:۔ ذق انك انت العزیز الکریم اس میں بھی اُس کے دنیا والے جاہ وجلال کا اظہار ہے جو اہل دنیا کی نظر میں تھا۔ یہ اُس کافر کی مدح نہیں ہے۔ ویسے ہی کسی حکمراں کا دنیوی "جاہ وجلال" اُس کے لئے موجب مدح نہیں ہے۔

یہ تینوں خلفاء مسلمانوں کے بنائے ہوئے فرماں روا تھے جو خلیفۃ اللہ کی حیثیت نہ رکھتے تھے بلکہ جابر وقاہر بادشاہوں کی حیثیت رکھتے تھے اور اُسی لحاظ سے اہلِ دنیا کے معیار پر مسلم الثبوت، عظیم المرتبت اور صاحبِ جاہ وجلال سب کچھ تھے۔ ان الفاظ سے میرا مقصود مذہبی حیثیت سے اُن کی کوئی مدح کرنا نہ تھا۔

۴۔ "مولفۃ القلوب" "خطرناک عنصر" دونوں لفظیں مدح نہیں بلکہ مذمّت ہیں اور نتائج کا توقع کے خلاف برآمد ہونا بھی "ناعاقبت اندیشی" کا اظہار ہے جو ہرگز کوئی مدح نہیں ہے۔

بے شک معاویہ کی گورنری کسی شرعی مصلحت کی بنا پر نہ تھی۔ بلکہ صرف سیاسی مقاصد سے تھی جن کا حقانیت سے کوئی واسطہ نہیں۔

۵۔ "نیکدلی" کی لفظ اس مقام پر "سادہ لوحی" یا "کم عقلی" کی ایک مہذب تعبیر ہے، جس سے مدح مقصود نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ سوم نیک دل بمعنی متقی و پرہیز گار نہیں، بلکہ سادہ لوح، ناعاقبت اندیش تھے۔

۶۔ "بے جان لاشہ" قوّتِ ارادی کے بے جان ہونے کے لحاظ سے کہا گیا ہے جو مذمت ہی ہے۔ مدح نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ جسمانی حیثیت سے بے جان لاشہ نہیں تھا۔ حالاں کہ یہ بھی صفتِ مدح نہیں ہے، لہٰذا اس صورت میں بھی اس کو داخلِ "مدحِ اغیار" کرنا غلط ہے بلکہ "خلافِ واقعہ" کے تحت میں درج کیا جا سکتا تھا۔

۷۔ اس عبارت میں کوئی لفظ ایسی نہیں ہے جو موہم مدح ہو۔

نمرود سے لے کر ابنِ زیاد تک ہر ظالم و جبّار کا پہلا مقصد حق پرست کے نفس کو متاثر کرکے راہِ حق سے ہٹانا ہوتا ہے۔ جب اس میں ناکامی ہوتی ہے، تب وہ جان لینے پر آمادہ ہوتا ہے۔ اسی کا اظہار اس عبارت میں کیا گیا ہے۔ یہ شدید ترین مذمت ہے، نہ کہ کوئی مدح۔

۸۔ جابر و ظالم ہوتے ہوئے کسی کا "عظیم الشان حکمراں" ہونا کوئی مدح نہیں ہے بلکہ اس تذکرہ کے ساتھ کہ حضرت زینبؑ اُس کی تحقیر فرما رہی تھیں، نتیجۃً وہ لفظیں مذمت بن جاتی ہیں، مدح قطعاً نہیں ہیں۔

چوتھا عنوان "خلافِ واقعہ"

۱۔ جو اُمورِ تاریخ یا حدیث میں مختلف فیہ ہوں، ان میں راجح و مرجوح کا موازنہ ہو سکتا ہے لیکن اُن میں بیک جنبشِ زبان یا قلم کسی ایک کو خلافِ واقعہ کہنا درست نہیں ہے جبکہ واقعہ کا تعین ہمارے لیے خود ان ہی روایات سے ہوتا ہے۔

پھر جبکہ معاویہ اور یزید اور جعدہ بنت اشعث، ہر ایک کی طرف استنادِ اِنی، دوسرے کے منافی نہیں ہے، تو ان میں سے کسی ایک کی طرف استناد کو غلط واقعہ کہنا اس لحاظ سے بھی غلط ہے اور بہت ممکن ہے خلافِ واقعہ ہو۔

بے شک میں معاویہ کو امام حسنؑ کا قاتل سمجھتا ہوں اور اپنے انداز میں شہید انسانیت میں ناظرین کے ذہن کو اس سے نزدیک لانے کی کوشش کی ہے۔

۲۔ جبکہ غسل کا ذکر کتابوں میں موجود ہے تو اسے "خلاف واقعہ" کے ذیل میں درج کرنا درست نہیں۔ ہاں اس تذکرہ کے وجود کو تسلیم کرکے جیسا کہ اب غلام عسکری صاحب نے "پیاس" میں تسلیم کرلیا ہے، اُسے غیر معتبر کہا جا سکتا ہے جس کی میں نے خود پیش کش کی تھی اور اب اس کا عام اعلان بھی کر دیا ہے۔

بے شک زیادہ تر کتابوں میں غسل کا ذکر الگ ہے اور "نورہ" کا ذکر الگ ہے اور زیادہ تر کتب میں روایت نورہ میں لفظ غسل نہیں ہے لیکن نفی مطلق اس کی خلاف واقعہ ہے اور اس سے بدتر خلاف واقعہ امر عامہ اور خاصہ کی کسی بھی کتاب میں صبح عاشور کیا، شب عاشور بھی ذکر غسل کی نفی ہے، جس کا ارتکاب "الجواد" کے صفحات میں مولوی وصی محمد صاحب کی طرف سے ہوا ہے جس کا خلاف واقعہ ہونا غلام عسکری صاحب نے اپنی کتاب "پیاس" میں ثابت کر دیا ہے۔

۳، ۴۔ پانی لائے جانے کی روایت جلیل القدر علماء و مورخین کی درج کردہ ہے اس لئے اسے خلاف واقعہ کہنا خود بالکل خلاف واقعہ ہے۔

۵۔ قرآن مجید میں آذر کے لئے قال لابیہ کے الفاظ موجود ہیں اس لئے کہ وہ باپ کہلاتا تھا۔ اگر اسے خلاف واقعہ کہنا کفر ہوگا۔ تو زینب جو دختر حضرت رسولؐ کہلاتی تھیں ربیبہ ہونے کی حیثیت سے سہی، انھیں دختر حضرت رسولؐ کہنا خلاف واقعہ نہیں کہا جا سکتا۔

۶۔ جو عبارت پیش کی گئی ہے، اُس کے اندراج ہی میں مخالفت واقعہ یہ ہے کہ یہ عبارت اصل کتاب شہید انسانیت کے پہلے ایڈیشن میں جسے آپ لوگ "دوسرا ایڈیشن" کہتے ہیں، بے شک موجود ہے لیکن مسودۂ شہید انسانیت میں جسے آپ لوگ "پہلا ایڈیشن" کہتے ہیں، یہ عبارت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جبکہ عربی میں متنکرۃ اور لبست ادنی شیابھا کے الفاظ موجود ہیں تو اردو میں اس فقرہ کو بھی خلاف واقعہ نہیں کہا جا سکتا۔

ہاں چونکہ "اس موقع پر" کی لفظ سے یہ توہم (ولو بعید) ہوتا تھا کہ یہ تبدیل لباس داخلۂ دربار کے وقت ہی ہوئی ہو، جو مقصود نہیں تھا، اس لیے میں نے اس قصورِ عبارت کا تدارک دوسرے ایڈیشن (مطبوعہ لاہور) میں جو آپ لوگوں کے حساب سے تیسرا ایڈیشن قرار پاتا ہے، نظر ثانی میں "اس موقع پر" کے بجائے "اس موقع کے لئے" کی لفظ سے کر دیا اور "پہلے" ہی کا اضافہ کر دیا جس کے بعد یہ گنجائش ہو گئی کہ تبدیلی لباس تاراجیٔ خیام کے قبل اور ممکن ہے بوقتِ رخصت سید الشہداءؑ حضرت کے حکم ہی سے ہو گئی ہو جیسا کہ ناسخ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

۷۔ اس عبارت میں کوئی جزو خلافِ واقعہ نہیں ہے۔

"کہتے ہیں کہ پانی مانگا" یہ بھی مطابقِ واقعہ ہے۔ اس لئے کہ روضۃ الشہداء وغیرہ کی روایت اور جو ذاکرین برابر پڑھتے رہے ہیں، یہی ہے اور تاریخ کا یہ بیان ہے کہ آپ گلے سے لگائے ہوئے رخصت کر رہے تھے" یہ بھی مطابقِ واقعہ ہے۔ بے شک اس عبارت میں یہ کوتاہی ہے کہ صرف تاریخ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرات معصومینؑ سے جو شہادتِ جناب علی اصغر کا بیان وارد ہوا ہے، اُس میں بھی یہی ہے کہ امام وداع فرما رہے تھے، اُس وقت تیر لگایا گیا۔

۸۔ میں اپنی عبارت کا ذمہ دار ہوں۔ مرزا محمد طاہر صاحب کی یادداشت کا نہیں جو میری یادداشت کے لحاظ سے خلافِ واقعہ ہے۔

۹۔ یہاں بھی میری عبارت کے بجائے مرزا محمد طاہر صاحب کی یادداشت کا حوالہ دیا گیا ہے جو میری نظر میں خلافِ واقعہ ہے۔

۱۰۔ بحث متعہ میں جو باتیں واقعہ کی حیثیت رکھتی ہیں خلیفۂ ثانی کا قول ہے:۔

متعتان کانتا علیٰ عہد رسول اللہ وانا احرمہما اور جناب امیر علیہ السلام

کا اس سے اختلاف ہے۔ ان دونوں واقعوں میں سے کسی کے خلاف [illegible]
میں نہیں لکھا گیا ہے۔ وہ گئے قول لطیفہ دو موں کے متعلق اور جواب امیر کے اختلاف کا
حیثیت اس کا تعلق فہم و استنباط سے ہے۔ اس میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ میں اپنا
درست سمجھتا ہوں جو میں نے لکھا ہے۔ ہر شخص کو حق ہے کہ وہ اس رائے سے اختلاف رکھے
مگر اسے خلافِ واقعہ کے عنوان کے تحت داخل کرنا قطعی غلط ہے۔

اب جبکہ مخالفت کی رفتار یہ رہی ہے کہ بات "شہید انسانیت" سے چلی اور
"مجاہدہ کربلا" تک گئی اور اب "متعہ اور اسلام" تک پہنچی ہے تو واضح طور پر معلوم ہونا
چاہیے کہ اس وقت میرے مسلسل تصنیف و تالیف کی عمر پچاس سال سے متجاوز ہے
جس میں بسیط و وجیز تحریرات کی تعداد تین سو سے آگے ہے۔ پھر کچھ زیر طبع ہیں اور کچھ
زیر تحریر اور کچھ زیر ارادہ۔ جبکہ شہید انسانیت سے متعلق ہنگامہ کی عمر تیس سال سے آگے
بڑھی ہے جس میں کئی نسلوں نے مل کر میری غلطیوں کے احتساب کا کام تندہی کے
ساتھ جاری رکھا لیکن نتیجہ بہت مایوس کن ہے کہ اس طولانی مدت میں جائزہ و احتساب کا
قدم صرف تین ۳ کتابوں تک کی منزلیں طے کر سکا ہے جبکہ ابھی ایک سو منزلیں طے ہونا باقی
ہیں تاکہ پوری زندگی کی کارگزاری پر خطِ تنسیخ کھینچ سکے۔ یہ کسی ایک فرد یا انسانی جماعت کے
بس کی بات نہیں ہے۔ اس لیے اس محاسبہ کو اسرع الحاسبین کے حوالہ [illegible]

آخر میں

دردمندانہ استدعا ہے کہ مفاداتِ دنیائے عاجلہ سے
مفادِ آخرت کو جو خیرٌ و ابقیٰ ہے مقدم اور رضائے
خلق سے رضائے حق کو اولیٰ و ارجح سمجھنا چاہئے اور سرکار

آقائی خوئی دام ظلہ کے حکم کی مخلصانہ تعمیل کے لیے وہ افراد جنھیں ممدوح نے تحریراً مخاطب فرمایا ہے، اپنے ذاتی وقار کے تصور کو ختم کرکے مجتمع ہوں، کم از کم اتنی فراخ دلی کو لے کر جو بعد اللتیا والتی سہی، مولوی غلام عسکری صاحب نے اپنی کتاب "پیاس" میں اختیار کی ہے، جس کی بنا پر میں نے بھی موصوف کی تائید میں اعلان شائع کردیا جس کے بعد اگر ہنگامہ پسندی ہی اصل مطمح نظر نہو تو مسئلہ آب میں اختلاف ختم ہوگیا ہے، اس کے لیے آپ حضرات کو اجتماع کے موقع پر تیار ہوکر آنا چاہیے تاکہ مسئلہ تعلیم و تربیت اور واقعہ قلادہ و ستر وغیرہ کے بارے میں نصوص قرآنیہ و احادیث اور کتب علمائے سلف سے جو کچھ پیش ہو، اس کے متعلق اعتراف واقعیت کے ساتھ آپ حضرات اپنے دستخط ثبت کردیں اور جو کچھ کوتاہی عبارت وغیرہ میری جانب سے ثابت ہو، اس پر میں دستخط کردوں۔ اس طرح تمام اختلافات ختم ہوسکتے ہیں جس کے بعد مظنونہ یا موہومہ دینی خطرات کا سدباب ہوجائے جس کے لیے تعاون کے واسطے میں ہمیشہ تیار رہا ہوں۔ والسلام

علی نقی النقوی